تحریر: مولانا سمیع الحق مدظلہ

# تحریکِ ختمِ نبوت کا ایک اہم اور فیصلہ کُن کردار

## جو بالآخر قادیانیت کے تابُوت میں آخری کیل ثابت ہُوا

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اور نتیجۃً مرزائیوں کو قانوناً غیر مُسلم اقلیت قرار دیا جانا پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے اس میں تحریک کے قائد مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ، قائد جمعیۃ علماء اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا کردار سب سے ممتاز اور نمایاں رہا۔ تحریک کی مرکزی قیادت کی نگاہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر کتنا اعتماد تھا، اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ: ”مجلس عمل کی تشکیل کے موقع پر جب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کا نام مجلس عمل کی صدارت اور تحریک کی قیادت کے لیے پیش کیا تو سب نے آپ کی تائید کی اور حضرت سید بنوریؒ متفقہ طور پر مجلس عمل کے صدر منتخب کر لیے گئے“، اس کے بعد تحریک میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے مرحلہ وار کردار، اس کے لیے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ تحریک کا ایک اہم، آخری اور انقلابی موڑ وہ تھا جب تحریک کی جانب سے قومی اسمبلی میں حزب اختلاف نے ارکان اسمبلی پر قادیانیت کے خلاف اسلام عقائد اور مذموم عزائم آشکارا کرنے کے لیے حکومت کی ہدایت کے مطابق مفصل تحریری بیان داخل کرنے کا فیصلہ کر لیا جسے ایک ہفتہ میں اخذ و انتخاب، ترتیب و تدوین، کتابت و طباعت کے تمام مراحل کے بعد داخل کرنا تھا۔ ایسی قطعی دستاویز کی تیاری کے لیے اکابر علماء نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے فرزند ارجمند مولانا سمیع الحق اور کراچی کے مولانا محمد تقی عثمانی کا انتخاب کیا۔ مولانا سمیع الحق نے اکابر علماء کی سرپرستی میں مولانا محمد تقی عثمانی کے ساتھ مل کر وہ عظیم کتاب ”قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا مؤقف“ تیار کی جو بالآخر قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی اور قطعی التبوت دستاویز کی بنیاد پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا گیا — قومی اسمبلی کے قواعد وضوابط کے مطابق اس کتاب کی طباعت و اشاعت پر پابندی کے باوجود مولانا سمیع الحق نے اسے دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ نشر و اشاعت ”مؤتمر المصنفین“ کی جانب سے شائع کر کے پوری دنیا میں قادیانی دجل وتلبیس کو آشکارا کیا — کتاب کا مقدمہ انہی کا لکھا ہوا ہے۔ ہم ذیل میں آپ کی وہی تحریر پیش کر رہے ہیں، جس سے تحریک کا تمام پس منظر، اکابر علماء دیوبند کے کردار، حضرت شیخ الحدیثؒ سمیت ان کے برخوردار مولانا سمیع الحق کی بار آور مساعی بھی نمایاں ہو جاتی ہیں — (ادارہ)

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ علیٰ من لا نبی بعدہٗ

عالمی استعمار اور اسلام دشمن قوتوں نے ملتِ مسلمہ کی وحدت و سالمیت، نظریاتی یکجہتی اور سیاسی قوت کو ختم کرنے کے لیے جو حربے استعمال کیے ان میں قادیانیت ایک ایسا ضربِ کاری تھا جس کے مہلک اثرات وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے اور پھیلتے چلے گئے۔ جن علماء اور مفکرینِ اُمت کو اس فتنہ کی ہلاکت آفرینیوں کا احساس تھا وہ پہلے ہی دن سے اس شجرۂ خبیثہ کے قلع قمع کے لیے کمر بستہ ہو گئے اور تحریر و تقریر کی پوری صلاحیتوں سے اُمت کو اس فرقۂ ضالہ کے دجل و تلبیس سے آگاہ کرتے رہے مگر اسلام کے اساسی عقائد، توحید و رسالت اور ختمِ نبوت کی نزاکت و اہمیت سے ناآشنا روشن خیال طبائع اسے مولویوں کی ”تنگ نظری“ پر محمول کرتے رہے، اور جب مرزائیوں کا آقائے ولی نعمت انگریز برِ صغیر سے چلا گیا تب بھی پاکستان کے دینی حمیت سے عاری حکمران قادیانیت کے بارہ میں جمہور مسلمانوں کی جدو جہد کو نظر انداز کرتے رہے تا آنکہ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے مرکز ربوہ کے اسٹیشن پر مسلمان نوجوانوں پر جارحانہ حملہ کی شکل میں ایک لطیفہ غیبی رُونما ہُوا۔ اس ظالمانہ جسارت نے پاکستان کے عام مسلمانوں کو جنجھوڑ کر رکھ دیا، دینی حمیت کا جو لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا وہ یک دم پھٹ پڑا اور ایمان کی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر اور ملک کے دیگر جید علماء و مشائخ کی جدوجہد اور راہ نمائی نے احتجاج کو ایک ہمہ گیر اور منظم تحریک کی شکل میں بدل دیا اور ”مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوت“ کی صورت میں ملک کے ہر مکتبِ فکر کے اکابر علماء، ممتاز قومی راہنماؤں اور اہم دینی جماعتوں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم وجود میں آیا، پوری ملت کے اتحاد و یگانگت کا ایسا روح پرور اور باطل شکن مظاہرہ برِ صغیر میں کم ہی دیکھنے میں آیا ہوگا، اور یہ کرشمہ تھا اُس والہانہ عشق و محبت، ایمان آفرین قلبی تعلق اور روحانی رابطوں

کا جو ہر ادنیٰ اُمتی اور غلام کو آقائے دو جہاں خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات سے ہے۔ یہ تحریک ایمان و یقین اور عشق و محبت کی بنیادوں پر اٹھی اور سورج کی روشنی اور حرارت کی طرح ملک کے گوشے گوشے کو روشن اور گرما گئی، ادھر اس وقت کی سوشلزم اور لادینیت کی علمبردار حکومت اس تحریک کو اوّلاً تو دباتی رہی، اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو بطائف الحیل سے ٹالنا چاہا، زعماء تحریک کی کردارکشی، ذرائع ابلاغ سے پروپیگنڈہ ــــ الغرض یہ سارے ہتھکنڈے استعمال ہوتے رہے، مگر جب پانی سر سے گذرنے لگا تو بالآخر حکومتِ وقت نے اُمت کے اس اجماعی اور طے شدہ مسئلہ کو غور و خوض کے لیے قومی اسمبلی کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا۔

اس غرض سے پوری قومی اسمبلی کو "خصوصی کمیٹی" کی حیثیت دی گئی اور طے پایا کہ مرزائیوں کی ہر دو جماعتوں (قادیانی اور لاہوری) کے سربراہوں کو اپنا موقف پیش کرنے دیا جائے اور قومی اسمبلی کے علماء ارکان بھی دلائل و براہین سے اپنا مؤقف پیش کریں، پھر اس کی روشنی میں قومی اسمبلی کوئی آئینی قدم اٹھائے۔ میرے نزدیک اس فیصلہ کے مضمرات میں بھی یہی ارادہ کارفرما تھا کہ اس طویل بحث مباحثہ اور نقد و جرح کے لیے پچیس تیس دن کا جو موقع درکار ہوگا اس دوران تحریک کی شدت ختم ہو جائے گی اور کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ سو سالہ مطالبہ ایک بار پھر التوا میں ڈال دیا جائے گا۔ مگر اللہ تعالےٰ کی کرم گستری مسلمانوں کی شاملِ حال تھی۔ "مجلسِ عمل" کے اکابر علماء نے فیصلہ کیا کہ ایک طرف تو قومی اسمبلی کے محاذ پر اس دجالی فرقہ کے ائمہ دجل و تلبیس سے رَد و در رَد دلائل و براہین سے مقابلہ کیا جائے اور ارکانِ اسمبلی پر قادیانیت کے خلاف اسلامی عقائد اور مذموم عزائم آشکارا کیے جائیں اور دوسری طرف ملک بھر میں تحریک کو اسی زور شور سے جاری رکھا جائے جب تک کہ قومی اسمبلی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دے۔

اس وقت مختلف مکاتبِ فکر کے اکابر علماء اور جماعتوں کے زعماء قومی اسمبلی کے اجلاس کی وجہ سے راولپنڈی میں تھے، مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت کے راہنما بالخصوص مجلسِ عمل کے صدر محدثِ کبیر علامۃ العصر مولٰنا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے سرکردہ مُبلّغین کی معیت میں راولپنڈی کو ہیڈ کوارٹر بنا چکے تھے۔ اُدھر حکومت کی ہدایات تھیں کہ ہر فریق یا جو بھی رکنِ قومی اسمبلی کوئی تحریری بیان داخل کرانا چاہے اُسے ایک ہفتہ کے اندر اندر پیش کرنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے وقت نہایت کم اور موضوع نہایت گھمبیر، نازک اور ہمہ پہلو سیر حاصل روشنی ڈالنے کا مستحق، ایسے حالات میں اللہ کا نام لے کر کتاب کی تیاری کا فیصلہ کیا گیا۔ مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے کہنہ مشق مبلّغین جن کی زندگی قادیانیت کے تعاقب میں گذری تھی قادیانیوں کی اصل کتابوں، اخبارات و رسائل کے انبار کے ساتھ راولپنڈی بلا لیے گئے۔ تالیفِ کتاب کے لیے قرعہ فال ناچیز راقم الحروف اور برادرِ محترم فاضلِ اجل مولانا محمد تقی عثمانی کراچی کے نام نکلا، کتابت کیلئے لاہور سے سلطان الکاتبین جناب سید نفیس الحسینی (نفیس رقم) اپنے چیدہ اور ماہر خوشنویس تلامذہ کی ٹیم کے ساتھ پہنچ گئے۔ حضرت مولانا بنوری قدس سرہٗ امیر مجلسِ عمل نے راولپنڈی صدر کے ایک قدیم ہوٹل میٹروپول کو اپنا مستقر بنایا تھا جو کسی زمانہ میں شان بان کا ہوٹل رہا ہوگا مگر اب اپنی قدامت اور بوسیدگی کی وجہ سے از کارِ رفتہ بن چکا تھا اور اُس کے صاحبِ خیر مالک نے اسے تحریک کے دوران استعمال کرنے کے لیے پیش کیا تھا۔ ہم سب لوگ ایک جنگی مہم کی طرح کتاب کی تیاری میں لگ گئے۔ ایک حصہ راقم الحروف اور ایک حصہ برادرم مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے جاتے، جو ورق تیار ہوتا ختمِ نبوت کے مُبلّغین حضرت مولانا محمد حیات صاحب مرحوم فاتح قادیان حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب اور دیگر حضرات اپنی بڑی بڑی پیٹیوں میں بند مرزا غلام احمد اور اس کے جانشینوں کی اصل کتابوں اور قدیم دور کے الفضل وغیرہ رسائل کو ٹٹول کر کتاب میں دیئے گئے حوالوں کا اصل متن سے تطبیق کراتے۔ یہ تحقیق اور مراجعت اس لیے بھی ضروری تھی کہ قادیانی دجل و تلبیس کا ایک حربہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ ایڈیشنوں کو بدل بدل کر چھاپتے ہیں اور بحث و مناظرہ کے دوران حوالہ سے اکثر انکار کر بیٹھتے ہیں، اس صورتحال سے بچنے کے لیے یہ طے پایا تھا کہ جو بھی فریق اپنے تحریری و تقریری بیانات میں کوئی حوالہ دے گا تو اصل کتاب یا ماخذ بھی اسمبلی میں پیش کرے گا۔ اس طرح اس کتاب میں دیئے گئے حوالوں کی وجہ سے دو ڈھائی سو قادیانی کتابیں، رسائل اور مجلات بھی اسمبلی میں پیش کرنی تھیں۔ کتاب کا جتنا مسودہ بھی مرتب ہو جاتا ہم لوگ اُسے حضرت مولانا بنوری قدس سرہٗ کی معیت میں قومی اسمبلی میں شامل اُس وقت کے اکابر علماء و زعماء مجلسِ عمل کو سُناتے۔ قائدِ جمعیۃ حضرت مولٰنا مفتی محمود صاحبؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الٰہی شہید، مولانا ظفر احمد انصاری، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، سردار مولا بخش سومرو اور دیگر کئی ارکانِ حزبِ اختلاف جن کا اس وقت اسمبلی میں متحدہ محاذ تھا اور ان کے علاوہ تحریک کے سربراہ زعماء اسلام آباد کے گورنمنٹ ہاسٹل کے کسی کمرہ میں یا ادھر میٹروپول ہوٹل میں آکر جمع ہو جاتے اور شام کی نشست میں سُن لیتے کہیں کمی بیشی کا مشورہ مناسب سمجھتے تو دے جاتے، مسودہ ساتھ ہی ساتھ جناب نفیس الحسینی صاحب اور ان کے خوشنویس لکھتے جاتے۔ الغرض تالیف، تحقیق و مراجعت اور اکابر اُمت کی اس پر نظرِ ثانی اور پھر کتابت کا دشوار گذار مرحلہ، آخر میں کاپیوں کی پیسٹنگ اور طباعت یہ سب کچھ ایک ہفتہ یا اس سے بھی کچھ کم وقت میں سر کر لیا گیا اور پیشِ نظر کتاب کی شکل میں "ملتِ اسلامیہ کا مؤقف" یا قادیانیوں کی سو سالہ جارحیت، بغاوت اور ظلم و ستم، دجل و تلبیس پر مبنی داستان یا بیانِ استغاثہ مرتب ہو گیا۔

الحمد للہ کہ مختصر اور ہنگامہ خیز حالات میں بھی موضوع کے دینی، علمی اور سیاسی ہر ہر پہلو پر سیر حاصل مواد اس میں آگیا، کتاب مکمل ہوئی جو بظاہر بڑی مشکل نظر آرہی تھی تو سب حضرات نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اور بقول حضرت

علامہ بنوری مرحوم یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہاتِ عالیہ کا کرشمہ اور ان ہی کا ایک معجزہ تھا کہ یہ معرکہ ایسی افراتفری میں صرف ہفتہ بھر میں سر ہوگیا۔

اس کے بعد قومی اسمبلی کے بند اجلاس شروع ہوگئے، کتاب بھی قانوناً صرف قومی اسمبلی کے ارکان میں تقسیم کردی گئی، پریس کو یا کسی غیر رکن میں اسکی تشہیر خلافِ قانون تھی۔ اس وقت قادیانیوں کے ہر دو سربراہ مرزا ناصر احمد اور صدرالدین لاہوری بھی اپنے اپنے بیانات کے ساتھ قومی اسمبلی میں پیش ہوئے اُس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کے توسط سے جرح بھی ہوتی رہی۔ مسلمانوں کی طرف سے پیشِ نظر کتاب اسمبلی میں پڑھ کر سنانے کی سعادت بھی ہمارے مخدوم مولانا مفتی محمود صاحب قدس سرہٗ کے حصہ میں آئی، اس لیے کہ وہ اسمبلی میں موجود اُس وقت کے مختلف مکاتبِ فکر اور سیاسی جماعتوں کے حزبِ اختلاف کے راہ نما تھے اور ان ہی پر اتفاق ہوتا تھا، حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اجلاس کی کئی نشستوں میں کتاب پڑھ کر سنائی اور پورے ارکان نے ہمہ تن گوش ہو کر توجہ سے سنی۔ اکثریت جو پیپلز پارٹی کے ارکان اور وزراء کی تھی اُنہیں نہ تو کبھی قادیانی جماعت کے مذہبی اعتقادات اور پیچ در پیچ اصطلاحات و تاویلات پر غور کا اتفاق ہوا تھا نہ مذہب کے نام پر اس گورکھ دھندے سے وہ آگاہ تھے۔ پھر اس فرقے کا سیاسی پہلو، استعماری سرگرمیوں اور عالمِ اسلام بالخصوص پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں برطانوی سامراج کا اس کی تشکیل و ترقی اور اشاعت میں سرگرم حصہ، تقسیم ملک کے وقت قادیانیوں کا شرمناک کردار، عالمِ عرب کے خلاف اسرائیل اور مغربی سامراج کا آلۂ کار ہونے کی تفصیلات اور اس کے قرائن و شواہد، یہ سب باتیں جب ان لوگوں کے علم میں آئیں تو محوِ حیرت ہوگئے اور ان کے دلوں میں جو نرم گوشہ تھا وہ نفرت سے بدل گیا۔ اس دوران مرزائیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور اس کے ہمراہ صدرالدین لاہوری کی جولن ترانیاں، دلائل سے گریز، بیانات میں تضادات اور بے سروپا تاویلات کے جو مناظر ایوان کے سامنے آئے، اُس نے اور بھی سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔

بہرحال ایک طویل بحث و مناقشہ اور ردّ و قدح کے بعد اسمبلی نے متفقہ طور پر وہ ایمان آفرین فیصلہ کیا جس کے نتیجہ میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور آئین میں ترمیم کے ذریعہ ملتِ مسلمہ کے اس موقف پر مہرِ حقانیت ثبت کرلی گئی۔

مسلمانوں کی اس عظیم فتح میں پیشِ نظر کتاب کا ایک بنیادی کردار ہے، یہ ایک تاریخی دستاویز ہے جو اس تحریک کا زریں باب ہے مگر بعض ناگزیر حالات بالخصوص قومی اسمبلی کے اس بحث و مباحثہ پر اشاعت کی پابندی کی وجہ سے یہ کتاب اپنی اصل شکل میں مسلمانوں کے سامنے تاحال نہیں آسکی تھی۔ اصل شکل میں اس لیے کہ حضرت بنوری قدس سرہٗ نے اپنے ہاں سے اس کا عربی ترجمہ "موقف الامة الاسلامیة من القادیانیة" کے نام سے بڑے اہتمام سے شائع کروا کر اُسے عالمِ عرب میں تقسیم کروایا اور دارالعلوم کراچی کے زیرِ اہتمام اس کا انگریزی ترجمہ چھپ کر شائع ہوا مگر کتاب اپنے اصل متن اور اصل شکل میں پہلی بار شائع کی جارہی ہے کیونکہ اس وقت چند ہی محدود نسخے صرف ارکانِ اسمبلی اور زعماء حکومت میں تقسیم کیے گئے تھے۔

یہ میری دیرینہ آرزو تھی کہ یہ سعادت مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ کو نصیب ہو اور الحمد للہ کہ یہ تمنا آج پوری ہو رہی ہے

اور وقت کا تقاضا ہے کہ نہ صرف یہ کتاب، بلکہ اُس وقت اسمبلی میں کی گئی ساری نقد و جرح اور بحث و مباحثہ کو مرتب کر کے قوم کے سامنے لایا جائے۔

صدرِ پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ۱۹۷۴ء کے اس دستوری ترمیم کے منطقی تقاضوں کی تکمیل کے لیے حال ہی میں قادیانیوں کے بارہ میں ایک آرڈیننس کی شکل میں قانون سازی کر کے ایک عظیم الشان قدم بھی اٹھا دیا ہے اور ملک و بیرونِ ملک کے پڑھے لکھے حلقوں میں قادیانیت کے پس منظر اور پیش منظر کو جاننے کی دلچسپی ہے، ایسے وقت میں اس کی اشاعت ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے اور یہ قادیانیوں کی دسیسہ کاریوں، سازشوں، اسلام دشمن منصوبوں اور دجالی فلسفۂ بحث و تاویل کے سمجھنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ وما ذٰلك على الله بعزيز۔

**سمیع الحق**

خادم دارالعلوم حقانیہ و صدر مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ (حال نزیل لاہور)

## کون سمجھائے گا

محفل سوز و گدازِ غم کو گرمائے گا کون
اہلِ دل کو اپنے دردِ دل سے تڑپائے گا کون
موجزن ہے کس کے دل میں آتشِ سیالِ غم
مستیٔ خونِ جگر آنکھوں سے برسائے گا کون
عارفی میرا ہی دل ہے محرمِ ناز و نیاز
بعد میرے رازِ حسن و عشق سمجھائے گا کون
عارفی از بس ہیں نازک یہ رموزِ حسن و عشق
کون سمجھے گا یہ باتیں اور سمجھائے گا کون

(مرسلہ محمد طاہر)